www.neweramagazine.com

# حیا

از سیدہ انعم بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حیام

## از سیدہ انعم بخاری

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

حسن بخاری کی وفات کی خبر حویلی کے در و دیوار ہلا گئی۔ سب واقف تھے سوائے لڑکیوں کے۔ حویلی کے مرد شہر کو چل نکلے تھے۔ اماں بیگم کی حالت بہت بری تھی۔ اُن کو سنبھالنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ اور اس سب سے حیام کو آگاہ نہ کیا گیا تھا۔ خالدہ بیگم اور نفیسہ بیگم اس وقت اماں بیگم کے کمرے میں موجود تھیں۔

"اماں!! حیام کو آگاہ تو کرنا پڑے گا۔۔۔ اُس کا حق بنتا ہے۔۔"

خالدہ بیگم نے اماں بیگم کے ہاتھ تھامے کہا۔

"اُس کو بھی بتا دیں گے، بتانا تو ہے ہی۔ پہلے مجھے تو اپنا رونا رو لینے دے۔"

وہ روتے ہوئے جواب دے رہی تھیں۔

"اماں! مجھے لگتا ہے مزید انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ اُسے شہر کے لیے بھی نکلنا ہو گا ورنہ دیر ہو جائے گی۔"

اس مرتبہ نفیسہ بیگم نے اپنی کہی۔

"ہاں، شہر بھی تو جانا ہو گا اُسے۔ سُن بشیر اسے کہہ کہ اُس کے ساتھ جائے۔ یوں کرو کہ تم دونوں بھی جاؤ شہر۔۔۔"

"لیکن اماں! ہم کیسے جا سکتے ہیں؟"

نفیسہ بیگم نے ایک مرتبہ پھر سوال کیا۔

"ہاں، تم لوگ کیسے جا سکتے ہو، جا جا کر حیام کو بُلا کر لا۔"

"جی بہتر۔۔۔"

نفیسہ بیگم اُٹھ کر اُن کے حکم کی تکمیل کو چل پڑیں۔

حیام کو نجانے کیا سوجھی تھی جو اس وقت اپنے بابا کے کمرے میں چلی آئی۔ دروازہ بند کیے وہ بیڈ کے ایک کونے پر بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں موبائل موجود تھا۔ اُسے شدید گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ایک مرتبہ شہر کال کرے، سب کی خیریت ہی پوچھ لے۔ منال ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی اُسے لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی تھی۔ ابھی اُس نے کوئی فیصلہ نہ کیا تھا کہ اُس کے ہاتھوں کی گرفت میں موجود اُس کا موبائل بجنے لگا۔ سامنے سکرین پر اُس کی اماں کا نام جگمگا رہا تھا۔

"اماں!! کیسی ہیں آپ؟"

اپنی ماں سے بات کرتے اُس کی آواز رندھ گئی۔ آنسو قطرہ قطرہ بہنے لگے لیکن جواب میں اُس کی اماں ایک لفظ نہ بولیں۔

"اماں! آپ ٹھیک ہیں نا؟"

جواب ندارد۔ کچھ لمحے وہ خاموش بیٹھی رہی جبکہ دوسری جانب سے مدھم سسکیوں کی آوازیں اُس کا سکون غارت کر رہی تھیں، خیر سکون تو اُسے پہلے بھی کہاں نصیب تھا۔

"جب تم اس گھر سے جا رہی تھی تو مجھے تب ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ تم بدل جاؤ گی۔۔ تم میری حیام رہو گی ہی نہیں اور دیکھو تم وہ حیام ہو ہی نہیں جسے میں جانتی تھی۔ ماؤں کو اپنی اولاد کی طرف آنے والی ہر مصیبت کا اندازہ ہو جاتا ہے، کہیں بہت اندر۔۔۔ مجھے بھی اندازہ تھا لیکن۔۔۔ لیکن میں اُسے نظر انداز کرتی رہی اور دیکھو تمہارے ساتھ کیا ہو گیا۔ پھر تمہیں جب آخری مرتبہ دیکھ رہی تھی گھر کی دہلیز پار کرتے تو دل میں یونہی ایک خیال آیا کہ۔۔۔۔"

اُن کی سسکیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"کہ۔۔۔؟؟ کیا اماں؟"

حیام بس ایک نقطے کو گھورتی سوال کر رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر آنسو اپنی چھاپ چھوڑ چکے تھے۔ اُس کی پلکیں گیلی تھیں۔ ہاں، لیکن آنسو تھم گئے تھے یا شاید مزید بہنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔

"کہ تم بہت بد نصیب ہو میری بچی۔۔کہ تم ایک دن خالی ہاتھ رہ جاؤ گی، تمہارے ہاتھ، تمہارا دامن تمہارے رشتوں سے محروم رہ جائے گا۔"

حیام کی آنکھوں سے مزید ایک آنسو بہا۔اُس کے دل میں خوف پیدا ہوا جو رفتہ رفتہ اُس کے پورے وجود کو دبوچ رہا تھا۔

"اماں! سب ٹھیک ہے نا؟ بابا؟؟"

اُسے اپنے بابا کی فکر تھی۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں۔اب وقت آگیا ہے حیام کہ تم آہستہ آہستہ اپنی مٹھی ڈھیلی چھوڑ دو اور اُس میں قید تمہارے رشتے مٹی ہو جائیں کیونکہ ایک اپنے کو تم نے کھو دیا ہے آج۔۔۔"

حیام کے الفاظ انکاری تھے۔

"حیام! تمہارے تایا۔۔۔جن کو تم اپنا باپ کہتی تھی، وہ تمہارے انتظار میں، تمہاری ایک پکار کی خواہش دل میں لیے مٹی ہو گئے ہیں۔تمہارا باپ تو ابھی زندہ ہے لیکن تم آج ہی یتیم ہو گئی ہو۔وہ تمہیں چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔۔"

حیام کو لگا اُس کا دل بند ہو گیا ہے، اگر نہیں تو ہو جائے گا۔

"آجاؤ حیام۔۔۔۔ یہاں سب کو تمہاری ضرورت ہے۔اب مزید دیر نہ کرو۔"

فون بند ہو چکا تھا لیکن حیام یوں ہی وہاں بیڈ پر بیٹھی تھی، فون کان سے لگائے، سامنے دیوار کو دیکھتی وہ ماضی میں کھو گئی۔

وہ شاید سات سال کی تھی، ہاں یقیناً وہ سات سال کی تھی۔ابھی ایک دن پہلے ہی تو اُس کی ساتویں سالگرہ منائی گئی تھی۔اس وقت وہ اپنے کمرے میں موجود اپنے تحفے کھول رہی تھی۔ہر پانچ منٹ کے بعد وہ ایک تحفہ پکڑتی اور سوچتی کہ کھولوں یا نہیں؟ یا پھر کھولوں تو پہلے کون سا؟ وہ فیصلہ نہ کر پا رہی تھی۔ تنگ آکر اُس نے تحفے کھول کر دیکھنے کا سلسلہ کچھ دیر ملتوی کرنے کا ارادہ کیا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔اُس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے ایک کانچ کے ڈبے پر پڑی، جسے دیکھ وہ مسکرائی۔وہ جانتی تھی کہ وہ کس کی طرف سے ہو سکتا تھا۔کانچ کی لمبی سی ڈبیہ جس کی چوڑائی نسبتاً کم تھی یوں جیسے کہ کسی بریسلیٹ کا ڈبہ ہو اور اُس ڈبیہ میں قید گلابی رنگ پھول (آستر) موجود تھا جس کے نام سے وہ واقف نہ تھی لیکن وہ بہت خوبصورت تھا۔اُس نے وہ ڈبیہ وہ احتیاط سے کھولی اور پھول کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔وہ تمام پھول جو وہ دیکھ چکی تھی، یا جن کے متعلق وہ جانتی تھی وہ اُن سب سے بہت مختلف تھا۔اُس گلابی پھول کی بے شمار پنکھڑیاں تھیں جو کہ بہت باریک تھیں۔حیام اُسے چھونے سے بھی ڈر رہی تھی کہ کہیں وہ ٹوٹ ہی نہ جائے۔ مسکراتے ہوئے اُس نے وہ پھول واپس سے کانچ کی ڈبیہ میں بند کیا۔ابھی وہ اُسے دیکھتے

سراہنے میں ہی مصروف تھی کہ اُس کے تایا اُس کے کمرے میں داخل ہوئے جنہیں دیکھ اُس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"تایا جان!! آپ اُدھر کیوں کھڑے ہیں؟ ادھر آئیں۔۔"

وہ مسکرا کر اُس کے پاس بیٹھے اور بولے۔

"پسند آیا تحفہ۔۔۔۔؟"

"ارے۔۔۔ابھی دیکھا ہی کب ہے؟"

"کیوں نہیں دیکھا؟"

وہ اُس کا ماتھا چومے سوال کر گئے۔

"مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہی پہلے کون سا کھولوں؟"

اُس کے معصوم چہرے پر کسی مشکل کام کو کرنے کے تاثرات تھے۔

"ارے یہ کونسا مشکل کام ہے؟ سب کھول لو لیکن پہلے میرا تحفہ۔۔۔"

وہ دونوں ہنس دیئے۔ حیام نے فوراً بھاگ کر حسن صاحب کا دیا تحفہ پکڑا اور واپس سے اُن کے قریب بیٹھ کر کھولنے لگی۔ تحفہ کھولنے کے بعد اندر موجود چیز دیکھ وہ مسکرا دی۔ اندر ایک بہت خوبصورت سا چاکلیٹ کا ڈبہ موجود تھا۔ وہ اسے ہر مرتبہ سا لگرہ پر

ڈھیر سارے کھلونے اور شاپنگ کرواتے لیکن ایک مخصوص چاکلیٹ کا ڈبہ لازماً دیتے۔وہ میٹھا کھانے کی شوقین ہوا کرتی تھی۔ہر مرتبہ وہ اُسے کوئی نئی چاکلیٹ منگوا کر دیتے۔نجانے اب اُس کو میٹھا کیوں پسند نہیں تھا۔۔؟

"بہت شکریہ آپ کا۔۔۔۔"

وہ مسکرا رہی تھی۔اُس کی اسی مسکراہٹ پر وہ جان دیتے تھے۔شاید اُن کی یہی بات آرز حسن نے اپنائی تھی۔آہستہ آہستہ اُس نے تمام تحفے کھول لیے۔

"اب بتاؤ،سب سے اچھا تحفہ کون سا لگا؟اور کس کا؟"

اور جواباً حیام نے سب قیمتی تحفوں کو ٹھکرا کر ایک پھول پر انگلی رکھ اُسے سب پر فوقیت دے دی۔

"یہ پھول؟یہ کس نے دیا ہے؟"

جواب وہ جانتے تھے لیکن سننا چاہتے تھے۔۔

"آرز بھائی۔۔۔۔۔"

"حد ہے بھائی۔۔۔یہ تمہارے آرز بھائی ایک پھول دے کر نام کروا جاتے ہیں اور ہم اتنے قیمتی تحفوں کے بعد بھی کسی کام کے نہیں۔۔"

وہ مصنوعی ناراضگی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

"ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کا تحفہ مجھے پسند نہ آئے بھلا؟"

جواباً حسن صاحب نے نہ میں سر ہلایا۔

"بات یہ ہے کہ آپ سب مجھے وہ تحفے دیتے ہیں جو مجھے پسند ہیں یا پسند تھے اور وہ مجھے وہ تحفہ دیتے ہیں جو مجھے ہمیشہ پسند رہیں گے۔"

اور وہ سچ ہی تو کہتی تھی کہ اُسے پھولوں سے محبت ہے، اُسے آج بھی پھولوں سے محبت تھی۔ وہ واپس حال میں لوٹ چکی تھی۔

کچھ یادیں، کچھ باتیں ایسی ہوتیں ہیں جو انسان کے کچے ذہن میں پکی چھاپ چھوڑ جاتی ہیں یہ یادیں بھی اُن میں سے تھیں۔ اُسے یاد آیا تھا کہ اُس سالگرہ کے بعد وہ ہمیشہ گھر آتے ہوئے اس کے لیے پھول لاتے۔ حیام کے آنسو بہنے لگے۔ رفتہ رفتہ اُس کے آنسوؤں میں شدت آتی گئی۔ اُس کے آنسو کسی آبشار کی مانند اُس کا چہرہ بھگوتے جا رہے تھے۔ اُس کے دل میں درد بھرتا جا رہا تھا۔ اُس کمرے کی چار دیواری میں حیام بخاری کی سسکیوں میں شدت آتی جا رہی تھی۔ اُسے یاد آیا تھا کہ وہ ماضی میں کھو کر بھی آرز حسن کو نہ بھول پائی تھی۔ اُس کی ہر یاد آرز حسن سے جڑی تھی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک

کب، کیسے اور کیوں اُس کا اور آرز حسن کا رشتہ بدلتا رہا تھا، کبھی محبت میں گوندھا، کبھی فرضی نفرتوں اور ناپسندیدگی کی نظر تو کبھی شدید عشق کی چادر میں لپٹا۔۔۔۔۔

آرز حسن۔۔۔۔۔۔ہاں، آرز حسن، وہ کیسا ہو گا؟ اُس کی دنیا تو تباہ ہو گئی ہو گی؟ اُس کی دنیا اُجڑ گئی ہو گی۔ آہستہ آہستہ حسن بخاری کے نام سے جڑے تمام نام، تمام چہرے اُس کی نظر کے پردے پر چلنے لگے۔ وہ چیخ و پکار کرنے لگی۔ وہ کمرے کی تمام چیزیں اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی۔

نفیسہ بیگم جو اُسے بلانے کی غرض سے اُس کے کمرے میں گئیں اور نہ پا کر واپس جانے لگیں تھیں وہاں سے گزرتے اُس کی دردناک آہوں کو سن کر جلدی سے اندر آئیں۔ وہ منظر دہلا دینے والا تھا۔ وہ اُسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن حیام بن پانی کے مچھلی کی طرح اُن کے ہاتھوں میں نہ آنے کی قسم کھا بیٹھی تھی شاید۔ اُس کی چیخیں پوری حویلی میں گونج رہی تھیں۔

منال، کرن، مناہل سب کمرے میں اکٹھے ہو گئے۔ نیچے خالدہ بیگم بھی اُس کو سُن اوپر آنے کو مچل رہی تھیں لیکن اماں بیگم کو اکیلے کیسے چھوڑ کر آتیں۔ اُس کے رونے میں جو درد تھا اماں بیگم کا دل پھٹنے کو تھا۔

"حیام! حیام!! میرا بچہ۔۔۔۔"

نفیسہ بیگم نے اُسے جھنجھوڑتے ہوئے ساتھ لگانا چاہا لیکن وہ اُن کی پکڑ میں نہ آئی۔

منال نے آگے بڑھ کر اُسے سنبھالنا چاہا۔اب کے سعدیہ بھی اوپر آگئی۔سب انجان کھڑے سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔مناہل سہمی کھڑی تھی۔

"حیام!! حیام مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

منال نے اُس کے گرد اپنی بانہوں کا گھیرا ڈال اُس پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ایک جانب سے نفیسہ بیگم نے اُس کو جکڑا۔حیام مسلسل روتی،تڑپتی ہوئی زمین پر بیٹھ گئی۔ خالدہ بیگم فوراً کمرے میں داخل ہوئیں۔شاید وہ اماں بیگم کو بشیر ابی کے ہمراہ چھوڑ کر آئیں تھیں۔اُس کے کرب کی تحریر ہر ایک کے لیے اذیت ناک تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میرا بچہ۔۔۔"

خالدہ بیگم کی آواز سُن وہ اپنا آپ چھڑوا کر خالدہ بیگم کی طرف لپکی اور اُن کے سینے سے جا لگی۔

"بس میرا بچہ۔۔۔۔صبر کرو۔جو اللہ کی مرضی اُس پر صبر کر لینا ہم انسانوں کے لیے بہتر ہوتا ہے۔جس نے جتنی زندگی اللہ پاک سے لکھوائی ہے وہ اتنی ہی جیتا ہے۔"

وہ اُسے پر سکون کرنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔آہستہ آہستہ اُس کی سسکیاں مدھم پڑنے لگیں لیکن آنسو جاری تھے۔نفیسہ بیگم باقی سب کو حسن صاحب کی وفات سے آگاہ کر چکیں تھیں،سب دم سادھے کھڑے تھے۔

"چلو میرا بچہ،اُٹھو منہ دھو۔۔۔۔تمہیں جانا ہے شہر۔۔۔"

بس ایک لمحہ لگا تھا حیام کو پتھر ہونے میں۔اُس کے آنسو تھم گئے۔

"میں نہیں جاؤں گی شہر۔۔۔۔میں کیسے جا سکتی ہوں۔۔۔۔"

نہ میں سر ہلاتی وہ خالدہ بیگم سے الگ ہو گئی۔باہر گاڑی رکنے کی آواز نے سب کو ایک مرتبہ پھر خاموش ہونے پر مجبور کیا۔وہ تمام چپ چاپ اپنی اپنی جگہ پر کھڑی تھیں یوں جیسے کہ کسی طوفان کی آمد سے پہلے خاموشی کا راج ہوتا ہے۔شاید سب کے دلوں میں خوف نے جگہ بنائی تھی۔

ایک لمحہ۔۔۔۔۔

دو لمحے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چند سیکنڈز۔۔۔۔۔۔۔۔

چند منٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"حیام۔۔۔۔۔حیام۔۔۔۔"

حویلی کے اندر سے کوئی پوری طاقت کے زور پر حیام کے نام کی پکار لگا رہا تھا۔وہ آواز حویلی کے لیے نئی تھی لیکن حیام کے لیے نئی نہیں تھی۔حیام کی گردش کرتی دنیا تھم گئی،وقت رک گیا تھا۔وہ سنگدل آج اس حویلی میں خود چل کر آیا تھا اور اُس کا نام پکار رہا تھا۔کیا یہ سچ تھا؟اور اگر سچ تھا تو یہ سچ کتنا جان لیوا تھا۔حیام بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔حویلی کی تمام عورتیں اُس کے پیچھے پیچھے بھاگیں۔حویلی میں کوئی نامحرم موجود تھا لیکن وہ لڑکی۔۔۔اب سب کو عزیز تھی۔حیام بھاگتی ہوئی برآمدے کے ساتھ راہداری میں کھڑی ہوئی۔اُس سنگدل اور اس کے مابین محض پردوں کی رکاوٹ تھی،صرف اتنا سا فاصلہ تھا۔سب عورتیں اس کے پیچھے کھڑی تھیں۔اماں بیگم بھی باہر آوازیں سن آ گئیں تھیں۔

"آرز۔۔۔۔۔۔میرے شہزادے۔۔۔۔۔"

لیکن اُس نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔وہ انہیں دیکھنے سے بھی کترا رہا تھا۔

"بشیر ابی!!حیام کو بلا دیں۔۔۔۔"

شاہ میر نے اُسے کاندھوں سے پکڑ کر روکا۔

"ہوش میں آ جا۔۔۔وہ آ جاتی ہے،اُسے وقت دے۔۔۔۔"

"وقت ہی تو نہیں ہے دینے کے لیے۔حیام۔۔۔۔حیام۔۔۔۔۔"

وہ ایک مرتبہ پھر چیخ و پکار کرنے لگا۔اماں بیگم آنکھوں میں آنسو لیے اُسے تکے جا رہیں تھیں۔تمام عورتیں چہروں کو پردے میں چھپائے برآمدے میں نکل آئیں۔اب برآمدے میں سب موجود تھے سوائے حیام۔منال حیرت سے اُس دیوانے کو تک رہی تھی جو اپنے قابو میں بھی نہیں تھا۔

"شاہ میر! بلا اُسے ورنہ میں خود اُسے اُٹھا کر لے جاؤں گا۔تم لوگوں نے اُسے قید کر رکھا ہے۔یار تجھ سے مجھے ایسی امید نہیں تھی۔"

وہ الٹا شاہ میر کے سر چڑھ دوڑا۔حیام اُس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اب وہ مجبور تھی۔حیام نے سر پر ڈوپٹہ اوڑھا اور اُس کا ایک سرا اُٹھا کر چہرے کے سامنے کر چہرہ چھپایا۔آج حیام بخاری زندگی میں پہلی مرتبہ اپنا چہرہ چھپا لینا چاہتی تھی۔پردے کی اوٹ سے ہو کر وہ برآمدے میں نکلی۔اُس کے آتے ہی آرزنے بے حس و حرکت اُسے دیکھا اور دیکھتا رہا۔وہ اُسے اُس ڈوپٹے کے پیچھے بھی پہچان گیا تھا۔وہ آنکھیں تو اُسے ہر لمحہ،ہر پل یاد رہیں تھیں،وہ کیسے بھول سکتا تھا اُنہیں۔وہ اُسے چھ مہینوں،دو ہفتوں اور چار گھنٹوں کے بعد دیکھ رہا تھا۔اُسے سارا حساب یاد تھا۔

"حیام۔۔۔۔۔چلو۔۔۔۔۔چلو میرے ساتھ یار۔۔۔۔۔"

آرز نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ اُس کی جانب پھیلایا لیکن یہ کیا تھا؟ حیام نے دو قدم پیچھے کو لیے۔

"دور رہ کر بات کریں مجھ سے۔۔"

حیام کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ آرز کے چہرے پر اضطراب نمایاں ہوا۔

"تم ڈر رہی ہو نا ان سب سے؟ تم مت ڈرو میں ہوں نا۔۔ ایک اکیلا آرز حسن ان سب پر بھاری ہو گا، یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔"

لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"میں نہیں جاؤں گی۔ میرا شہر، یا وہاں بسنے والے کسی فرد سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا تعلق اب اس گاؤں اور اس حویلی سے ہے۔ یہ سب میرے اپنے ہیں۔ آپ جا سکتے ہیں۔ مجھے آپ کے والد کا بہت افسوس ہے۔ خدا اُن کی مغفرت کرے۔"

آج آرز حسن ڈر گیا تھا۔ وہ بدل گئی تھی۔ آرز حسن کو اس حیام بخاری سے محبت نہیں تھی، ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تمہارا اُس انسان سے کوئی تعلق نہیں جسے مرتے ہوئے بھی صرف تمہاری فکر تھی، جس کے آخری الفاظ تمہارا نام تھے۔ اُس انسان کے لیے تم یہ سب کیسے کہہ سکتی ہو حیام، جو تمہاری جدائی میں، تمہارے انتظار میں مر گیا۔ ڈاکٹرز

کہتے ہیں کہ اُن کا دل بند ہو گیا تھا لیکن میں تمہیں سچ بتاتا ہوں انہیں تمہاری فکر کھا گئی۔"

وہ کتنا کڑوا سچ بولتا تھا۔ حیام جو نجانے کیسے ضبط کیے کھڑی تھی رو دینا چاہتی تھی لیکن نہ روئی۔ وہ ایک مرتبہ پھر بولنے لگا۔ اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں لیکن ایک آنسو تک نہ بہا۔ شاید وہ مرد تھا اس لیے۔

"ٹھیک ہے مت جاؤ۔ تم یہیں رہو لیکن ایک بات دھیان سے سن لو اور اُسے حفظ کر لو۔۔۔ تمہیں مجھ سے شکایت تھی کہ میں پیچھے کیوں ہٹ گیا؟ دیکھو وقت گزر رہا ہے، گزر گیا ہے۔۔۔ آنے والے اگلے کسی بھی لمحے میں اب میں تمہارا گنہگار نہیں رہا، تمہارا مجرم نہیں رہا۔۔۔" خاموشی۔۔۔ "اب تم میری مجرم ہو۔ آج، جس دن میرا باپ مرا ہے اُس دن میں، آرز حسن خود چل کر تمہارے پاس آیا ہوں اور تم۔۔۔ تم اب نہیں ہو یہاں۔ میں آرز حسن آج تمہیں ہر ان کہے رشتے سے آزاد کرتا ہوں حیام بخاری۔۔۔ تم آزاد ہو اب اور تمہیں تمہاری یہ آزادی بہت مبارک ہو۔"

وہاں برآمدے میں موجود ہر آنکھ اشک بار تھی سوائے ان دونوں کے۔ شاہ میر نے اپنی آنکھوں کے گوشے خشک کر آرز کے بازو تھامے جو اُس نے اگلے ہی لمحے آزاد کروا لیے۔

"اب تو اس کا وکیل بن کر مت آنا کیونکہ کچھ بچا ہی نہیں۔آج میں ہر چیز سے بغیر ڈرے یہاں آیا تھا،نہ تو میں شہر میں سجی میت دیکھ کر رکا اور نہ گاؤں میں لگی عدالت سے۔۔۔۔آج کچھ بھی نہیں بچا یار۔۔۔"

شاہ میر نے اُسے تھاما۔

"آرز۔۔۔۔"

"اور تم حیام۔۔۔۔تم نے جو سزا مجھے سنائی تھی،بد دعا دی تھی وہ دیکھو آج لگ گئی ہے اور قسمت کی ستم ظریفی کہ آج ہی تمہیں بھی سزا سنانے کا دن مقرر ہے۔"

حیام کی روح تک اُس کے الفاظ سن کانپ گئی۔وہ اُسے روکنا چاہتی تھی لیکن نہیں روک سکی۔

"تم فکر نہیں کرو۔۔۔بد دعا نہیں دوں گا تمہیں۔بد دعا میں دعا آتی ہے تو توہین ہوتی ہے اس کی۔میں تمہیں دعا دیتا ہوں کہ خدا کرے تمہیں کبھی دوبارہ آرز حسن کا چہرہ دیکھنا تک نصیب نہ ہو۔"

حیام نے آنکھیں موندے وہ زہر نگلا تھا۔

"خدا کرے حیام بخاری کہ آرز حسن مر جائے اور تم اُس کا آخری چہرہ تک نہ دیکھ سکو۔
"میں تمہیں ایک مرتبہ پھر اپنی محبت سے آزاد کرتا ہوں۔"

وہ کہہ کر جا رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے بھی اُس کا جانا محسوس کر سکتی تھی۔ اُس کی مہک حیام سے آج روٹھ کر جا رہی تھی۔ آج حیام بخاری نے قیامت دیکھی تھی۔ آج وہ مر گئی تھی۔ آج وہ آرزِ حسن کی جگہ تھی تو جانا تھا کہ وہ کتنی تکلیف میں تھا لیکن پھر بھی حیام بخاری نے جو اذیت سہی تھی اُس کا مداوا نہ کیا جا سکتا تھا۔ نہ آج اور نہ کل۔۔۔

میں دل پر جبر کروں گا تجھے بھلا دوں گا

مروں گا خود بھی تجھے بھی کڑی سزا دوں گا

یہ تیرگی مرے گھر کا ہی کیوں مقدر ہو

میں تیرے شہر کے سارے دیئے بجھا دوں گا

ہوا کا ہاتھ بٹاؤں گا ہر تباہی میں

ہرے شجر سے پرندے میں خود اڑا دوں گا

وفا کروں گا کسی سوگوار چہرے سے

پرانی قبر پہ کتبہ نیا سجا دوں گا

اسی خیال میں گزری ہے شام درد اکثر

کہ درد حد سے بڑھے گا تو مسکرا دوں گا

تو آسمان کی صورت ہے گر پڑے گا کبھی

زمیں ہوں میں بھی مگر تجھ کو آسرا دوں گا

بڑھا رہی ہیں مرے دکھ نشانیاں تیری

میں تیرے خط تیری تصویر تک جلا دوں گا

بہت دنوں سے مرا دل اداس ہے محسن

اس آئینے کو کوئی عکس اب نیا دوں گا

(محسن نقوی)

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اُس کے جاتے ہی وہ زمین پر ڈھے گئی۔ شاہ میر بھی اُس کے پیچھے جا چکا تھا۔ ایک مرتبہ پھر وہاں صرف خواتین بچی تھیں۔ حیام ایک مرتبہ پھر رو دی تھی۔ اب کے اس کے رونے میں زیادہ درد تھا، زیادہ اذیت تھی، زیادہ کرب تھا۔ اب وہ صرف اپنے تایا کے لیے نہیں رو رہی تھی بلکہ اپنی محبت کی موت پر بھی رو رہی تھی۔ وہ وہاں شہر میں موجود نہ تھی لیکن دل کے بازار میں سرِ راہ دو دو میتیں سجی تھیں۔ منال نے اُسے اپنے

ساتھ لگایا۔ وہ اُسے خاموش نہیں کروانا چاہتی تھی۔ حیام کے آنسو بہہ جانا ہی بہتر تھا۔ ورنہ ساری عمر کے روگ بہت برے ہوتے ہیں۔ اماں بیگم چلتی ہوئیں اس تک آئیں اور وہیں اُس کے قریب زمین پر بیٹھ گئیں۔ اُس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اُس نے چہرہ موڑ کر اُنہیں دیکھا۔ آج وہ بھی رو رہیں تھیں۔

"تو چاہتی تھی نا کہ میں حویلی کے دروازے کھول دوں، جا آج میں کھول دیتی ہوں۔ تو خوش ہو جا لیکن جا چلی جا شہر۔ اُسے راضی کر لے ورنہ وہ کبھی نہیں مانے گا۔"

حیام نے انہیں غور سے دیکھا۔ وہ آج اپنی تمام روایتیں، اپنے اصول توڑ رہیں تھیں۔ آرز سچ ہی تو کہتا تھا کہ وہ اُس سے اتنی محبت کرتیں ہیں کہ اُسے اپنے سامنے دیکھ پگھل جائیں گی۔ آج وہ ہوا کے جھونکوں کی مانند سامنے آیا تھا تو وہ مٹی ہو گئیں تھیں۔ حیام کے آنسو تھم چکے تھے لیکن لہجہ اب بھی رُندھا ہوا تھا۔

"یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کہ وہ اب کبھی نہیں مانے گا۔ وہ جو مجھے دعا دے کر گیا ہے نا اماں! وہ خود بھی جانتا ہے کہ بد دعا ہے وہ۔ اب دیکھیے گا اُسکی بد دعا میں جتنا مرضی بھاگ لوں میرا پیچھا کرتی رہے گی۔"

حیام کی سسکی اُبھری۔ منال اُس کے کاندھے پر اپنا چہرہ ٹکائے رو رہی تھی۔

"آپ اُس سے کہیں کہ جاتے جاتے مجھے اپنی بد دعا سے تو آزاد کرتا جاتا۔ میں بہت غلط تھی۔ آپ مجھے معاف کر دیں اماں! میں نے جو کچھ بھی کیا، مجھے معاف کر دیں۔ آپ کے دل سے بھی تو میرے لیے کوئی آہ نکلی ہو گی نا، دیکھیں وہی خدا کے عرش کو ہلا گئی اور میں بیچ میں آج خالی ہاتھ رہ گئی ہوں۔"

حیام نے اپنے ہاتھ اُن کے سامنے پھیلائے۔

"یہ دیکھیں، میری دنیا اُجڑ گئی ہے۔ آپ کے شہزادے کو یہ کیوں نہیں معلوم ہوا کہ میں اپنے باپ کی شہزادی بھی تو آج یتیم ہوئی ہوں۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اماں بیگم ضبط سے اُسے سن رہیں تھیں۔ حیام کی آنکھیں رونے کے باعث سوجھ چکی تھیں۔ نفیسہ بیگم نے روتے ہوئے خالدہ بیگم کو دیکھا جو کہ آنے والی ملازمہ کے ہاتھوں منال کا بچہ تھام رہی تھیں۔ سعدیہ بھی رو رہی تھی۔ آج اُس کا درد سب کو رلا گیا تھا۔ حیام کا سر بھاری ہونے لگا۔ وہ اُٹھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نہ اُٹھ سکی۔ منال نے اُسے تھام کر کھڑا کیا۔

"مجھے کمرے میں جانا ہے۔ اُس کے کمرے میں لے جاؤ گی نا مجھے؟؟ اُسے میری ضرورت ہے، وہ وہیں بستا ہے۔"

وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"میں لے چلتی ہوں، تم بس خاموش رہو۔"

وہ اور بھی کچھ بول رہی تھی لیکن اماں بیگم اُسے نہ سن سکیں۔ منال اُسے لے کر برآمدے سے چلی گئی تھی۔ اماں بیگم کو آج معلوم ہوا تھا کہ وہ جسے سب پاگل اور نادان کہتے تھے وہی پاگل اپنی محبت میں بڑی سمجھدار نکلی تھی۔ وہ اس راستے پر بہت آگے نکل چکی تھی۔۔۔ افسوس! کہ جس راستے پر وہ چل رہی تھی وہ راستہ سوائے تنہائی کے کچھ نہیں دیتا۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔

منال اُسے اُس کے کمرے میں لے آئی۔ حیام کمرے میں آتے ہی چند قدم چل وسط میں آئی۔ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی۔ منال اُس کی پشت کو تکے جا رہی تھی۔ سعدیہ بھی وہیں منال کے ساتھ آکر کھڑی ہوئی تو منال نے اُسے واپس بھیج دیا۔ آج وہ حیام کو مزید کسی کے سامنے ٹوٹتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ کتنے ہی پل گزر گئے حیام ایک لفظ تک نہ بولی۔ کچھ دیر مزید گزری تو اُس کی سسکیاں ایک مرتبہ پھر گونجنے لگیں۔ حیام اپنا لکھا خط یاد کرنا چاہتی تھی۔ بار بار اپنے الفاظ اپنے ذہن میں دہراتی۔ اُس نے بھی کچھ ایسا ہی لکھا تھا جیسا آج وہ اس سے کہہ کر گیا تھا۔ اُس کا خط، اُس کے الفاظ اُس کی سماعت

میں گونجنے لگے۔

"یہ بے وفائی کو بے وفائی کیوں کہتے ہیں۔۔؟؟ بے وفائی میں وفا آتی ہے تو وفا کرنے والے ہر محبوب کی تذلیل ہوتی ہے۔ تمہیں بے وفا نہیں کہوں گی۔۔۔۔۔"

ایک مرتبہ پھر سے اب کی بار کچھ ملتے جلتے الفاظ اُس کی سماعت میں بازگشت کرنے لگے لیکن وہ آواز اس کی نہ تھی بلکہ اُس سنگدل کی تھی۔

"بد دعا نہیں دوں گا تمہیں۔ بد دعا میں دعا آتی ہے تو توہین ہوتی ہے اس کی۔۔۔۔"

حیام نے اپنی بند آنکھیں وا کیں اور دیوانہ وار اُس کمرے کی ایک ایک دیوار، ایک ایک چیز کو ہاتھ لگا کر چھونے لگی جیسے کہ کہیں سے، کسی ایک جگہ پر ہی سہی شاید کہ اُسے اُس کی چھاپ مل جائے۔ وہ اُسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ اکیلا نہیں تھا۔ وہ اُس کے ساتھ تھی لیکن شاید دیر ہو گئی تھی۔ منال اُس کے پاس وہیں موجود تھی لیکن ایک مرتبہ بھی اُسے نہ روکا تھا۔ وہ اُسے نہیں روکنا چاہتی تھی۔ وہ اُسے آزاد کرنا چاہتی تھی، ہر دکھ، ہر تکلیف سے۔ کچھ دیر کے بعد وہ تھک گئی تھی شاید یا پھر اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جس کو وہاں ڈھونڈ رہی وہ جا چکا ہے تو چل کر منال کے سامنے آئی۔

"میں کچھ دیر اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔"

کتنا بے رونق لہجہ تھا اُس کا۔ منال کا دل کٹ کر رہ گیا لیکن پھر بھی وہ اثبات میں سر

ہلاتی چلی گئی۔وہ اُس کے جانے کے بعد بھی وہیں کھڑی رہی۔نجانے کتنی دیر ہو گئی تھی،کتنا وقت گزر گیا تھا۔جب دل کی کیفیت نہ بدلی تو کمرے کا دروازہ بند کر باہر راہداری میں نکل گئی۔آج سیڑھیاں اُترتے وقت اُسے ڈر بالکل نہیں لگا تھا۔آج وہ ماتم زدہ حویلی اُسے بالکل بھی ڈراؤنی نہیں لگ رہی تھی۔وہ برآمدے کے گرد راہداری عبور کرتے اماں بیگم کے کمرے تک آئی۔اندر موجود لائیٹ جل رہی تھی۔یقیناً وہ جاگ رہی تھیں۔وہ دروازہ پورا کھولتی اندر آئی تو وہ بیڈ کی ٹیک سے لگیں بیٹھی تھیں شاید انہیں معلوم تھا کہ وہ آئے گی۔اُن کے دیکھتے ہی وہ بولی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے اکیلے۔۔۔۔میں یہاں سو جاؤں۔۔؟"

وہ معصوم صورت بنائے اجازت مانگ رہی تھی۔اماں بیگم کو اُس پر ترس آیا۔

"آجا۔۔۔۔سو جا۔۔۔"

وہ دوسری طرف سے آتی بیڈ کی دوسری سائیڈ پر لیٹ گئی۔نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔کچھ سوچ کر وہ مزید آگر بڑھی اور تھوڑا کھسک کر اپنا سر اماں بیگم کی گود میں رکھ دیا۔اُس کے ایسا کرتے ہی اماں بیگم کے چہرے پر ایک آسودہ مسکراہٹ اُبھری،وہ اپنا ہاتھ اُس کے سر پر رکھ گئیں۔اُن کی انگلیوں کے پورے حیام کے بالوں میں حرکت کر رہے تھے۔نجانے نیند کب اُن دونوں پر مہربان ہو گئی۔اُن دونوں کو سکون کی

شدید ضرورت تھی جبکہ شہر میں آج کی رات سب پر بہت بھاری تھی، بہت زیادہ۔

حیام زندگی میں پہلی مرتبہ فجر کے وقت اُٹھ بیٹھی۔ دیکھا تو اماں بیگم بھی جاگ رہی تھیں۔ وہ رات میں جس حالت میں بیٹھیں تھیں اب تک اسی حالت میں تھیں۔ اُسے شرمندگی نے آگھیرا۔ وہ اُس کی وجہ سے ساری رات تنگ رہیں تھیں۔

"آپ مجھے اُٹھا دیتیں۔۔۔"

"چل کوئی گل نئیں۔ تو سو جا میں زرا نماز پڑھ لوں۔"

"نہیں، اماں! مجھے نماز پڑھنی ہے۔ وہ مجھے معاف کر دیں گے نا؟"

آنکھوں میں بے سکونی تھی۔

"کون کُڑیے؟"

"اللہ۔۔۔۔"

سرگوشی سی کی گئی۔

"وہ تو ہر کسی کو معاف کر دیتا ہے پاگل۔ وہ تو اج وی تیرے دل میں ہے، تجھے صرف آپ اُس تک چل کر جانا پڑے گا۔"

"مجھے سکون بھی مل جائے گا نا؟"

"ناں، سکون ایس فانی دنیا چے کسی کے پاس نہیں اور نہ ملے گا۔ سکون تو بس اُس کے پاس ہے۔"

کہتے ہوئے انہوں نے انگلی آسمان کی طرف اُٹھائی۔

"آپ مجھے سید زادی بننا سیکھا دیں گی نا؟"

آنکھوں میں شرمندگی سے آنسو چمکنے لگے۔

"وہ پاک ذات تجھے آپے ہی سیکھا دے گی۔"

اماں بیگم اُس کا ذہن پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"لیکن آپ مدد کریں گی نا میری؟"

اماں بیگم نے جواباً محض مسکراتی آنکھوں سے اثبات میں سر ہلاتے ہامی بھری۔ وہ

روتے ہوئے ان کے سینے سے جا لگی۔ دور فجر کی آذانیں شروع ہو گئیں تھیں۔

"چل اُٹھ جا اب۔ مجھے وضو کرنا ہے۔"

"میں بھی نماز پڑھ کر آتی ہوں۔"

آج حیام نے پہلی مرتبہ دل سے نماز پڑھی تھی، وہ اپنے اصل کو جاننا چاہتی تھی۔ وہ اپنے اصل کو لوٹنا چاہتی تھی۔ وہ خدا کو منانا چاہتی تھی تو ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ خدا منہ موڑ لیتا۔ اُس پاک ذات نے اُس کو معاف کر دیا تھا۔ اُس کا واپس اپنے خدا کی طرف لوٹنا اُس کو معاف کر دیئے جانے کی نشانی تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اماں بیگم نماز ادا کر اب برآمدے میں بیٹھی تھیں۔ سورج ابھی مکمل کہاں نکلا تھا اور نہ ہی نکلنے کے آثار دکھ رہے تھے۔ موسم ابر آلود ہوئے جا رہا تھا۔ شاید کہ بارش ہونے کو تھی لیکن یہ بھلا کون سا موسم تھا بارش کا۔

حیام نماز ادا کر کے آئی اور اُن کے برابر میں جھولے پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ اگر اس کے بجائے کوئی اور ان کی اجازت کے بغیر بیٹھتا تو ضرور وہ کچھ کہتیں لیکن وہ حیام تھی۔ وہ

اُسے کیونکر منع کر سکتی تھیں۔وہ نجانے کیوں اُس کو لے کر بے بس تھیں۔وہ چاہتیں بھی تو بھی اُس کے خلاف نہ جا سکتیں تھیں۔ہوتے ہیں نا کچھ ایسے لوگ، کچھ ایسے رشتے۔۔۔۔۔

"ایک بات پوچھوں۔۔۔؟؟"

حیام نے آسمان کو دیکھتے بات کا آغاز کیا۔

"پوچھ۔۔۔۔"

وہ اُسے تک رہیں تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آپ منال سے ناراض ہیں؟"

اب کہ حیام انہیں دیکھ رہی تھی لیکن وہ آسمان کو۔

"نہیں، وہ ناراض ہے مجھ سے۔۔۔"

"نہیں، وہ نہیں ہے۔وہ شرمندہ ہے۔وہ آئے تو اُسے خود میں سمیٹ لیجیے گا۔"

"وہ آئے تو سہی۔۔۔۔۔۔"

اُن کے کہنے کی دیر تھی کہ منال برآمدے کا پردہ اُٹھا کر باہر آئی۔اُس کے ہاتھ میں شاہ ویر تھا۔اماں اُسے ہی دیکھ رہیں تھیں۔وہ کچھ دیر اماں کو دیکھتی رہی اور پھر حیام کو۔ حیام کے ایک اشارے پر وہ چلتی ہوئی اُن تک آئی۔حیام نے منال کے ہاتھ سے شاہ ویر لے لیا اور تھوڑا پیچھے کو کھسک گئی۔منال مسکرادی وہ اُس کے لیے جگہ بنا رہی تھی۔ منال نم آنکھوں وہاں بیٹھی اور اماں کو دیکھتی بولنے لگی۔

"چاہے سے تھپڑ مار لیں،ڈانٹ لیں لیکن معاف کر دیں،اماں!"

اماں رو پڑیں تھیں۔وہ اتنے سالوں بعد اُن سے ہمکلام تھی۔اماں نے آگے بڑھ کر اُس کو خود میں سمیٹ لیا تھا۔وہ کچھ دیر یوں ہی ایک دوسرے سے لپٹی روتی رہیں جب حیام شاہ ویر سے کھیلتی بولنے لگی۔

"شاہ ویر!! تمہاری اماں بہت روندوں ہیں۔اُف تم ان پر مت جانا۔"

حیام کی بات پر منال اور اماں دونوں ہنسنے لگیں۔اماں بیگم نے ہاتھ آگے بڑھائے تو حیام نے شاہ ویر اُن کی گود میں ڈال دیا۔ماحول پر سکون تھا۔وہ تینوں خاموش جھولے پر بیٹھیں ایک دوسرے کی موجودگی کو جی رہیں تھیں جب اماں بیگم بول پڑیں۔

"تو شہر کیوں نہیں چلی جاتی۔۔۔؟"

حیام مسکرادی۔آنکھوں میں سوگ کے دیئے جل رہے تھے۔

"میں مسکرا رہی ہوں تو آپ دونوں یہ نہ سمجھیں کہ حالتِ جشن میں ہوں۔ابھی سوگ چل رہا تھا۔تین دن سوگ کرنے کا حق تو سب کو ہوتا ہے۔وہ تو کر لینے دیں۔"

وہ سرد آہ بھرتی آسمان تکنے لگی۔

"پھر بھی حیام؟"

منال نے اُسے دیکھتے سوال کیا۔وہ یوں بیٹھیں تھیں کہ اماں بیگم آدھے جھولے پر ٹیک لگا کر بیٹھیں تھیں جبکہ حیام اور منال بقیہ آدھے پر اُن کی جانب منہ کیے اپنی پیٹھ جھولے کے دائیں بازوں پر ٹکائے تھیں۔

"خود سوچو ناوہ شخص میرا سامنا کرنے سے ڈر رہا تھا کہ سامنے آئے گا تو میں اُسے مجرم کہہ کر سوال پوچھوں گی، گریبان پکڑوں گی اور دیکھو کہ میں تو زندہ تھی۔اب میری باری آئی ہے تو دیکھو کہ میں جس کی مجرم ہوں وہ اب اس دنیا میں نہیں، میں کیسے جاتی منال؟؟میں کیسے دیکھتی انہیں؟"خاموشی۔۔"یہ جانتے ہوئے کہ یہ آخری مرتبہ

ہے۔اور اگر وہ یہ خاموش سوال مجھ سے پوچھ لیتے کہ حیام جو تمہیں اتنی محبت دی ہے بچپن سے آج تک، تم اُس کا صلہ نہ دے سکی تو کیا کہتی میں ؟؟اگر جو وہ یہی پوچھ لیتے کہ تم جس شخص کو اپنا باپ کہتی تھی اُس کی بیٹی نہ بن سکی تو کیا کہتی میں ؟اور وہ جو پھر سزا سنا دیتے کہ جاؤ حیام بخاری میں تمہیں روزِ محشر اپنی محبت نہیں بخشوں گا تو کیا کہتی میں ؟کیا کرتی میں ؟"

وہ پھر سے رونے لگی تھی۔ لیکن ایک طرح سے اچھا ہی تھا وہ غبار نکال رہی تھی۔اماں بیگم نے ایک ہاتھ سے شاہ ویر کو تھاما ہوا تھا جو اُن کی چادر سے کھیل رہا تھا جبکہ ایک ہاتھ سے وہ حیام جا ہاتھ تھپتھپا رہیں تھیں۔ منال بھی اُس کا بازو سہلا رہی تھی۔

ٹھیک اُسی وقت شہر میں فجر کے وقت نماز ادا کر حسن صاحب کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی تھی۔اُن کا جنازہ اُٹھاتے ہوئے اُن کی بیٹی،اُن کی بیوی،اُن کے تمام رشتے پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے تھے۔ بخاری ہاؤس پر قیامت اُتری تھی۔ آرز حسن نے خود اپنے باپ کو منوں مٹی تلے دفنایا۔ وہ کتنی دیر اپنے باپ کی قبر پر بیٹھا اُن سے باتیں کرتا رہا جو کچھ فاصلے کر کھڑا شاہ میر نہ سن سکا تھا۔ آج کی تاریخ میں حیام اور آرز نے اپنے راستے الگ کر لیے تھے لیکن یہ بات تو صرف خدا جانتا تھا کہ کیا خبر اُن دو مختلف سمتوں کی

طرف جاتے راستوں کی منزل ایک تھی یا نہیں۔۔۔۔؟

❤ جاری ہے ❤

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

( Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین